از عدالتِ عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 15 مارچ 1954

دی سٹیٹ آف راجستھان

بنام

راؤ منوہر سنگھ جی

[مہر چند مہاجن چیف جسٹس، مکھر جی، ایس آر داس، ویوین بوس اور غلام حسن جسٹس صاحبان]

آئین ہند آرٹیکل 14-راجستھان آرڈیننس XXVII کی دفعہ 8-A، سال 1948 جیسا کہ ترمیم شدہ ہے-آیا یہ آئین کے مخالف ہے۔

حکم ہوا کہ راجستھان آرڈیننس XXVII، سال 1948 میں راجستھان آرڈیننس X، سال 1949 کی دفعہ 4 کے ذریعے اور راجستھان آرڈیننس XV، سال 1949 کی دفعہ 3 کے ذریعے ترمیم شدہ دفعہ 8-A آئین کے آرٹیکل 14 کے تحت کالعدم ہے۔

فرینک جے بومن بنام ایڈورڈ اے لیوس (101 یو ایس 22: 25 لا ایڈیشن 989)، رام جیلال بنام انکم ٹیکس آفیسر، موہندر گڑھ ([1951] ایس سی آر 127)، ریاست پنجاب بنام اجائب سنگھ ([1953] ایس سی آر 254) اور ٹھاکر مدن سنگھ بنام سیکر کے کلکٹر (راجستھان لا ویکلی، 1954، صفحہ 1)، کا حوالہ دیا گیا ہے۔

اپیلیٹ دیوانی کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر 143، سال 1952۔

ڈویژنل بنچ دیوانی متفرقہ کیس نمبر 1، سال 1951 میں جودھ پور میں نظام عدلیہ کی عدالت عالیہ، راجستھان کے 11 دسمبر 1951 کے فیصلے اور حکم سے آئین ہند کے آرٹیکل 132 (1) کے تحت اپیل۔

اپیل کنندہ کی طرف سے بھارت کے اٹارنی جنرل ایم سی سیتلواڈ اور راجستھان کے ایڈووکیٹ جنرل کے ایس حاجیلا (ان کے ساتھ پورس اے مہتا)۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

این سی چٹرجی اور یو ایم تریویدی (جیون سنہا چندر اور گنپت رائے، ان کے ساتھ) مدعاعلیہ کے لیے۔

15.1954مارچ۔

عدالت کا فیصلہ جسٹس غلام حسن نے سنایا۔

آئین کے آرٹیکل 132(1) کے تحت راجستھان کی عدالت عالیہ کی طرف سے دیے گئے سرٹیفکیٹ پر دائر کی گئی یہ اپیل آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت ایک عرضی میں مذکورہ عدالت عالیہ (وانچو چیف جسٹس اور باپنا جسٹس) کے فیصلے اور حکم سے پیدا ہوتی ہے، جس کے تحت عدالت عالیہ نے فیصلہ دیا کہ دفعہ A-8، راجستھان آرڈیننس نمبر XXVII، سال 1948 راجستھان آرڈیننس نمبر X، سال 1949 کے دفعہ 4 کے ذریعے، اور راجستھان آرڈیننس XV، سال 1949 کے دفعہ 3 کے ذریعے دفعہ A-8 میں ترمیم آئین کے آرٹیکل 14 کے تحت کالعدم ہے اور ریاست راجستھان کو مدعاعلیہ کے پاس موجود بیدلا کے جاگیر پر مشتمل زمینوں کے کرایہ داروں سے کرایہ وصول کرنے سے روکنے کے لیے ایک رٹ جاری کی گئی ہے۔

مدعاعلیہ راؤ منوہر سنگھ جی سابقہ ریاست میور میں واقع بیدلا کے جاگیر کے مالک ہیں، جو اب ریاست راجستھان میں شامل ہے۔ سابقہ ریاست میور کو اپریل 1948 میں ضم کیا گیا تھا، جسے سابقہ متحدہ ریاست راجستھان کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اپریل اور مئی 1949 میں، مؤخر الذکر ریاست کو بیکانیر، جے پور، جیسلمیر اور جودھ پور کی سابقہ ریاستوں اور متسیہ کے سابقہ اتحاد کے ساتھ ضم کر کے موجودہ متحدہ ریاست راجستھان تشکیل دی گئی۔ تین آرڈیننس، نمبر XXVII، سال 1948 اور نمبر X اور XV، سال 1949، ریاستی جاگیروں کے سلسلے میں سابقہ ریاست راجستھان کی طرف سے جاری کیے گئے تھے۔ بیدلا کے جاگیر سمیت جاگیروں کا انتظام ان آرڈیننس کے تحت اختیارات کی بنا پر سابقہ ریاست راجستھان نے سنبھالا تھا۔ مئی 1949 میں ریاست راجستھان کی حتمی تشکیل کے بعد، آرڈیننس راجستھان کے موجودہ علاقے کے ایک حصے میں نافذ رہے جس کے نتیجے میں اس علاقے کے ایک حصے میں جاگیروں کا انتظام ریاست کے ذریعے کیا جاتا تھا، باقی ریاست میں جاگیروں کو چھوڑا نہیں گیا اور جاگیر داروں کے پاس ہی رہے۔

4 جنوری 1951 کو مدعاعلیہ نے آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت ایک عرضی دائر کی جس میں کہا گیا کہ مذکورہ آرڈیننس آئین کے مخالف ہیں اور یہ کہ وہ آئین ہند کے آرٹیکل 13(1) کے

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

تحت کالعدم ہو گئے، جسے آرٹیکل 14 اور 31 کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ مدعاعلیہ نے آرڈیننس کو سب سے پہلے چیلنج کیا کیونکہ وہ آئین کے آرٹیکل 14، 19 اور 31 کی خلاف ورزی ہیں اور دوسرا اس لیے کہ صرف سابقہ ریاست راجستھان کے جاگیردار جو 1948 میں تشکیل پائے تھے متعصبانہ طور پر متاثر ہیں، جبکہ ریاستوں کے جاگیردار جو بعد میں ضم ہوئے وہ بالکل متاثر نہیں ہیں (پیرا 9، K اور L)۔ یہ الزام لگایا گیا کہ ان آرڈیننس کی وجہ سے قانون کے سامنے مساوات اور قوانین کے مساوی تحفظ سے انکار کیا گیا تھا اور مزید یہ کہ ریاست نے معاوضے کی فراہمی کے بغیر مدعاعلیہ کی جائیداد پر قبضہ کر لیا تھا۔ ریاست کا جواب یہ تھا کہ جاگیر ایک ریاستی گرانٹ تھی جو حکمران کی رضا پر رکھی جاتی تھی اور یہ کہ جاگیر کے مالک کی موت پر یہ حکمران کو واپس کر دی جاتی تھی اور حکمران کے جانشینی کو تسلیم کرنے کے بعد اسے اس کے جانشین کو واپس کر دیا جاتا تھا۔ جاگیرداروں کے حقوق غیر وراثت اور ناقابل منتقلی تھے اور جاگیرداروں کو جاگیردار کے وارثوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لہذا یہ استدعا کی گئی کہ اگر ریاست نے جاگیر پر قبضہ کر لیا تو بھی جاگیردار آرٹیکل 31(2) کے تحت معاوضے کا حقدار نہیں ہے۔ یہ بھی الزام لگایا گیا کہ متنازعہ آرڈیننس کا اثر محض جاگیروں کی انتظامیہ کو حکومت کے حوالے کرنے کا تھا اور یہ جاگیرداروں کو ان کی جائیداد سے محروم نہیں کرتا تھا اور اس کے نتیجے میں انہیں آرٹیکل 31(2) کا نشانہ نہیں بنایا گیا تھا۔ اس بات سے انکار کیا گیا کہ آئین کے آرٹیکل 14 کے تحت کوئی امتیازی سلوک کیا گیا تھا۔ عدالت عالیہ نے پہلے سوال پر فیصلہ دیا کہ آرڈیننس نمبر X اور XV، سال 1949 کی توضیعات آرٹیکل 31 (2) یا 19 (1) (f) کے تحت کالعدم نہیں ہیں۔ دوسرے نکتے پر انہوں نے یہ نتیجہ درج کیا کہ دفعہ A-8 جو آرڈیننس نمبر XXVII میں متعارف کرائی گئی تھی، سال 1948، آرڈیننس نمبر X سال 1949 کی دفعہ 4 کے تحت، اور راجستھان آرڈیننس نمبر XV، سال 1949 کے دفعہ 3 کے ذریعہ دفعہ A-8 میں ترمیم، آئین کے آرٹیکل 13 (1) کے تحت کالعدم ہیں، آرٹیکل 14 کے ساتھ پڑھیں۔ عدالت عالیہ نے اس کے مطابق عرضی کو منظور کر لیا اور ریاست کو مدعاعلیہ کے پاس موجود بیدلا کے جاگیر پر مشتمل زمین کے کرایہ داروں سے کرایہ وصول کرنے سے منع کر دیا۔ یہ فیصلہ 11 دسمبر 1951 کو دیا گیا تھا، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ تب سے ریاست نے ریاست بھر میں جاگیروں کو ختم کرنے کے قوانین منظور کیے

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

ہیں۔ تاہم یہ سوال مدعاعلیہ کے لیے کچھ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ قلیل مدت کے لیے کرایہ وصول کرنے کے اس کے حق کو متاثر کرتا ہے۔

اپیل میں ریاست راجستھان کی جانب سے فاضل اٹارنی جنرل کی جانب سے یہ دلیل دی گئی ہے کہ عدالت عالیہ کا یہ فیصلہ کہ اعتراض شدہ دفعہ A-8 جیسا کہ ترمیم شدہ آئین کے آرٹیکل 14 کے ذریعے متاثر کیا گیا تھا، غلط ہے۔ اس دلیل کی صداقت کا فیصلہ کرنے سے پہلے آرڈیننس کی متعلقہ توضیعات کا مختصر حوالہ دینا ضروری ہوگا۔ آرڈیننس نمبر I، سال 1948 (یونائیٹڈ اسٹیٹ آف راجستھان ایڈمنسٹریشن آرڈیننس، 1948) کو 28 اپریل 1948 کو راجستھان کے راج پرموکھ نے بنایا اور نافذ کیا تھا تاکہ ریاست راجستھان کے وجود میں آنے کے بعد اس کی انتظامیہ فراہم کی جا سکے۔ 26 جولائی 1948 کو آرڈیننس نمبر XXVII، سال 1948، [ریاست متحدہ راجستھان جاگیردار (اختیارات کا خاتمہ) آرڈیننس، 1948] راج پرموکھ کے ذریعے بنایا اور نافذ کیا گیا تھا جس میں عدلیہ کے سلسلے میں جاگیرداروں کے عدالتی اختیارات اور انتظامی اختیارات کو ختم کرنے اور انہیں حکومت کے حوالے کرنے کی فراہمی کی گئی تھی۔ اس آرڈیننس کے دفعہ 8 نے حکومت کو آرڈیننس کی توضیعات اور مقاصد اور اس دفعہ میں مذکور مختلف اختیارات کو عملی جامہ پہنانے اور نافذ کرنے کے لیے احکامات دینے کا اختیار دیا۔ اس کے بعد دفعہ A-8 آئی جسے آرڈیننس X، سال 1949 [ریاست متحدہ راجستھان جاگیردار (اختیارات کا خاتمہ) (ترمیم) آرڈیننس، 1949] کے ذریعے متعارف کرایا گیا تھا۔ اس کا متن اس طرح ہے:-

"مذکورہ بالا توضیعات کی عامیت پر تعصب کے بغیر، اس طرح یہ نافذ کیا گیا ہے کہ جاگیرداروں کے ذریعے جو محصول اس سے پہلے اکٹھا کیا گیا تھا وہ اس کے بعد حکومت کے ذریعے اکٹھا کیا جائے گا اور حکومت کو ادا کیا جائے گا؛ حکومت وصولی و دیگر اس اخراجات کو کٹوانے کے بعد اسے متعلقہ جاگیردار کو ادا کرے گی۔

اس میں آرڈیننس نمبر XV، سال 1949 کے دفعہ 3 کے ذریعے ترمیم کی گئی تھی [ریاست متحدہ راجستھان جاگیردار (اختیارات کا خاتمہ) (دوسری ترمیم) آرڈیننس، 1949] لفظ 'ریونیو' کے بعد دفعہ A-8 میں درج ذیل کو شامل کرکے:

"بشمول ٹیکس، سیس اور جنگلات سے حاصل ہونے والی دیگر آمدنی۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب اپریل اور مئی 1949 میں ریاست راجستھان کا قیام عمل میں آیا تو موجودہ ریاست راجستھان کے صرف ایک حصے کے جاگیر دار اپنا کرایہ وصول نہیں کر سکتے تھے جبکہ جے پور، بیکانیر، جیسلمیر اور جودھ پور اور متسیہ یونین کے زیر احاطہ دیگر علاقوں کے جاگیر دار اس طرح کی معذوری کے تحت نہیں تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ ریاست راجستھان میں جاگیروں کی حکومت کے انتظام اور کرایہ وصول کرنے کے حق سے متعلق توضیعات کو پہلے سے موجود تھیں، جبکہ سابقہ ریاستوں جے پور، بیکانیر، جیسلمیر اور جودھ پور اور متسیہ یونین میں ایسی کوئی شق موجود نہیں تھی، لیکن جب اپریل اور مئی 1949 میں انضمام ہوا تو امتیازی سلوک متنازعہ آرڈیننس میں موجود کسی چیز کی وجہ سے نہیں بلکہ اس حقیقت کی وجہ سے ظاہر ہوا کہ موجودہ ریاست راجستھان کے ایک حصے کے جاگیر دار پہلے ہی اپنی جاگیروں کے انتظام کے معاملے میں معذوری کا شکار تھے جبکہ دوسرے حصے مکمل طور پر غیر متاثر تھے۔ یہ امتیازی سلوک، چاہے کتنا ہی ناپسندیدہ ہو، 26 جنوری 1950 کو آئین کے نافذ ہونے تک کسی استثنیٰ کے لیے کھلا نہیں تھا، جب آئین کے آرٹیکل 13 نے اعلان کیا کہ "اس آئین کے آغاز سے فوراً پہلے بھارت کے علاقے میں نافذ تمام قوانین، جہاں تک وہ اس حصے کی توضیعات سے متضاد ہیں، اس طرح کی عدم مطابقت کی حد تک کالعدم ہوں گے۔" لہٰذا یہ دیکھنا ضروری ہو جاتا ہے کہ آیا اعتراض شدہ شق جو اس کے چہرے پر امتیازی ہے، آرٹیکل 14 سے متاثر ہوتی ہے جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ "ریاست کسی بھی شخص کو قانون کے سامنے مساوات یا بھارت کے علاقے کے اندر قوانین کے مساوی تحفظ سے انکار نہیں کرے گی۔" اس طرح کے واضح امتیازی سلوک کی حمایت صرف اس بنیاد پر کی جا سکتی ہے کہ یہ ایک معقول درجہ بندی پر مبنی تھا۔ اب اس عدالت کے فیصلے سے یہ اچھی طرح طے ہو گیا ہے کہ ایک مناسب درجہ بندی کا ہمیشہ ان چیزوں سے معقول اور منصفانہ تعلق ہونا چاہیے جن کے سلسلے میں یہ تجویز کی گئی ہے۔ اس معیار کے مطابق ہمیں ایسا لگتا ہے کہ امتیازی سلوک کسی درجہ بندی پر مبنی نہیں ہے اور واضح طور پر غیر معقول اور من مانی ہے۔ درجہ بندی کو جائز قرار دیا جا سکتا تھا اگر ریاست یہ ظاہر کرتی کہ یہ ایک خاطر خواہ امتیاز پر مبنی ہے، یعنی کہ معذوری کا شکار علاقے کے جاگیر دار کسی نہ کسی طرح سے راجاؤں کے دوسرے علاقے کے ان لوگوں سے مختلف تھے جو ایک جیسے نہیں تھے۔ ریاست کے لیے یہ بالکل ممکن تھا کہ وہ آرٹیکل 14 کی شرارت سے نکلنے کے لیے ایک مخصوص بنیاد اٹھائے، کہ امتیازی سلوک اس بات پر مبنی تھا جسے فاضل اٹارنی جنرل جغرافیائی غور و فکر کہتے ہیں، کہ مخصوص علاقے کے جاگیروں پر مختلف قوانین کے تحت حکومت کی جاتی تھی اور اس طرح وہ اپنے آپ میں ایک طبقے کی تشکیل کرتے تھے اور یہ تفریق کے لیے ایک اچھی بنیاد تھی۔ اس

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and integrity of this document

طرح کی کوئی بنیاد کبھی بھی عدالت عالیہ کے سامنے نہیں رکھی گئی، اس طرح کی بنیاد کو ثابت کرنے کی کوشش بہت کم کی گئی۔ شواہد سے تائید شدہ کسی الزام کی عدم موجودگی میں ہم ریاست کے حق میں یہ تلاش کرنے سے قاصر ہیں کہ مدعاعلیہ جس مخصوص علاقے سے تعلق رکھتا ہے اس کے جاگیردار دوسرے جاگیرداروں سے مختلف تھے۔

آرڈیننس کی تمہید سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ سابقہ ریاست راجستھان کے حالات ایسے تھے جو اس ریاست کے جاگیرداروں پر معذوری کے نفاذ کا جواز پیش کرتے تھے جبکہ دوسری ریاستوں میں موجود حالات اس طرح کے عمل کی ممانعت کرتے تھے۔ عدالت عالیہ نے فیصلہ دیا کہ جنگلات میں محصولات کے حوالے سے پولیس اور عدالتی اختیارات اور جاگیرداروں کے انتظامی اختیارات کو ختم کرنے والے آرڈیننس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن دفعہ A-8 کے ذریعے جاگیرداروں سے کرایہ وصول کرنے کا اختیار چھیننے کی کوئی وجہ نہیں ہے جس کے وہ حقدار تھے۔

ہم عدالت عالیہ کے اس موقف سے اتفاق کرتے ہیں کہ راجستھان کے دوسرے علاقے کے جاگیرداروں کے مقابلے میں کسی خاص علاقے کے جاگیرداروں کے ساتھ عدم مساوات کا سلوک کیوں جاری رکھا جانا چاہیے اس میں کوئی حقیقی اور ٹھوس فرق نہیں تھا۔ اس لیے ہمارا ماننا ہے کہ کسی درجہ بندی یا تفریق کی کوئی معقول بنیاد نہیں بنائی گئی ہے۔ ترمیم شدہ آرڈیننس کی دفعہ A-8 آئین کے آرٹیکل 14 کے تحت مدعاعلیہ کے حق کی واضح خلاف ورزی ہے اور اسے کالعدم قرار دیا جانا چاہیے۔

فرینک جسٹس بومن بنام ایڈورڈ اے لیوس([1]) کا مقدمہ جس پر ریاست کی جانب سے فاضل اٹارنی جنرل نے انحصار کیا تھا موجودہ کیس کے حقائق اور حالات پر لاگو نہیں ہوتا ہے۔ مسوری کے آئین اور قوانین کے مطابق ریاست مسوری کی ایک سو نو کاؤنٹیوں میں رہنے والے شہریوں کو ریاست کی عدالت عظمیٰ میں غیر محدود اپیل کا حق اور استحقاق حاصل تھا، جبکہ اسی دوران ریاست کے مشرقی حصے کی چار علاقوں میں رہنے والے ریاست کے شہریوں کے ساتھ ساتھ سینٹ لوئس شہر میں رہنے والوں کو بھی اپیل کے حق سے انکار کر دیا گیا تھا۔ یہ دعوی کیا گیا کہ مسوری کے عدالتی نظام کی یہ خصوصیت ریاستہائے متحدہ کے آئین کی 14 ویں ترمیم سے متصادم ہے۔ بریڈلی جسٹس نے فیصلہ دیا کہ 14 ویں ترمیم میں مساوات کی شق کسی ریاست کی طرف سے غیر منصفانہ امتیازی سلوک کے خلاف افراد کے تحفظ پر غور کرتی ہے۔ اس میں ریاست کے مختلف حصوں کے لیے کیے گئے

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

علاقائی یا میونسپل انتظامات کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔اس نے مزید کہا:- " اگر میکسیکو کی ریاست کو معاہدے کے ذریعے حاصل کیا جائے اور اسے ریاستہائے متحدہ میں کسی ملحقہ ریاست یا ریاست کے حصے میں شامل کیا جائے، اور دونوں کو ایک نئی ریاست میں کھڑا کیا جائے، تو اس میں شک نہیں کیا جا سکتا کہ ایسی نئی ریاست میکسیکو کے قوانین اور عدالتی نظام کو ایک حصے میں، اور دوسرے حصے میں مشترکہ قانون اور اس سے متعلق عدالتی نظام میں کوئی تبدیلی جاری رکھنے کی اجازت دے سکتی ہے۔اس طرح کے انتظام کو 14ویں ترمیم کی کسی بھی منصفانہ تعمیر سے منع نہیں کیا جائے گا۔یہ افراد یا طبقات کے احترام پر مبنی نہیں ہو گا، بلکہ صرف میونسپل تحفظات اور مخصوص علاقے یا دائرہ اختیار کے اندر تمام طبقات کی فلاح و بہبود کے حوالے سے ہو گا۔"

یہ حوالہ جس پر فاضل اٹارنی جنرل نے سختی سے انحصار کیا تھا، اس کے مقدمے کو آگے نہیں بڑھاتا ہے کیونکہ موجودہ معاملے میں ایک حصے میں پرانے قوانین اور عدلیہ اور دوسرے میں مختلف قانون کو برقرار رکھنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔جیسا کہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے کہ سابقہ ریاست راجستھان کی جاگیروں میں کوئی خاصیت یا کوئی خاص خصوصیت تھی جو ریاستوں میں شامل جاگیروں سے تفریق کا جواز پیش کرتی ہے جو بعد میں موجودہ متحدہ ریاست راجستھان میں ضم ہو گئی۔نئی ریاست کی تشکیل کے بعد، ناپسندیدہ علاقے کے جاگیرداروں کے اختیارات چھیننے اور انہیں باقی علاقے میں برقرار رکھنے کا کوئی موقع نہیں ملا۔

رام جیلال بنام انکم ٹیکس آفیسر موہندر گڑھ ([1]) کا معاملہ اس بنیاد پر ممتاز ہے کہ وہ مقدمہ اس اصول پر آگے بڑھا کہ زیر التواء کارروائی اس وقت لاگو قانون کے مطابق ختم کی جانی چاہیے جب حقوق یا واجبات جمع ہوئے اور کارروائی شروع ہوئی جو ایک معقول قانون تھا جس کی بنیاد مشخص الیان کی معقول درجہ بندی پر رکھی گئی تھی جو مساوی تحفظ کی شق کے تحت جائز ہے۔" تاہم یہاں ایسا نہیں ہے۔

ریاست پنجاب بمقابلہ عجائب سنگھ و دیگر ([2]) کے معاملے پر بھی انحصار کیا گیا۔اس معاملے میں اغوا شدہ افراد (بازیابی اور بحالی) ایکٹ، سال 1949 کو آرٹیکل 14 کے تحت اس بنیاد پر غیر آئینی نہیں ٹھہرایا گیا تھا کہ یہ صرف دفعہ 1(2) میں مذکور کئی ریاستوں تک پھیلا ہوا ہے، کیونکہ عدالت کی رائے میں درجہ بندی جغرافیائی بنیاد پر اچھی طرح سے کی جا سکتی ہے۔وہاں ان ریاستوں میں پائے

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

جانے والے مسلمان اغوا شدہ افراد کو تحفظ کے لیے یکساں مفادات رکھنے والے ایک طبقے کی تشکیل کے لیے رکھا گیا تھا اور اغوا شدہ افراد کی تعریف میں ان کی شمولیت کو امتیازی نہیں کہا جا سکتا تھا۔

فاضل اٹارنی جنرل نے راجستھان عدالت عالیہ کے واحد جج، ٹھاکر مدن سنگھ بنام سیکر کے کلکٹر ([3]) کے ذریعے طے کیے گئے دو مقدمات اور 10 نومبر 1953 کو دیے گئے ایک غیر رپورٹ شدہ فیصلے، راجہ ہری سنگھ بنام راجستھان کا حوالہ دیا اور دلیل دی کہ بنچ اپیل کے تحت فیصلے میں اظہار کردہ اپنے نقطہ نظر پر قائم نہیں رہا۔ ان معاملات میں فیصلوں کا محتاط جائزہ لینے سے پتہ چلے گا کہ یہ معاملہ ہونے سے بہت دور ہے۔ سابقہ کیس کو اپیل کے تحت کیس سے اس بنیاد پر الگ کیا گیا تھا کہ اس معاملے میں درجہ بندی کی معقول بنیاد تھی، جبکہ ہمارے سامنے کیس میں ایسی کوئی بنیاد موجود نہیں تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جے پور ریاست کے موجودہ متحدہ ریاست راجستھان میں ضم ہونے سے پہلے اس ریاست میں ضلعی بورڈ موجود تھے۔ نئی ریاست کی تشکیل پر انہیں جاری رکھا گیا لیکن دوسری ریاستوں میں کوئی ضلعی بورڈ نہیں تھے۔ یہ دلیل کہ جے پور ڈسٹرکٹ بورڈز ایکٹ آئین کے آرٹیکل 14 کے تحت غلط تھا، اس دلیل کو مسترد کر دیا گیا کہ جے پور میں ڈسٹرکٹ بورڈز کا وجود جے پور کے اندر تمام طبقات کی فلاح و بہبود کے لیے تھا، کہ جے پور ترقی کے اعلی درجے پر پہنچ گیا تھا اور یہ سابق جے پور ریاست میں رہنے والے لوگوں کو ڈسٹرکٹ بورڈز ایکٹ کے ذریعے دی گئی مقامی خود حکومت کے فوائد سے محروم کرنے کے لیے ایک پسماندہ قدم ہوتا۔ میکسیکو کی ریاست کی مثال کے سلسلے میں فرینک جسٹس بومن بنام ایڈورڈ اے لیوس ([1]) میں بریڈلی جسٹس کے مشاہدات پر انحصار رکھا گیا تھا اور ہمارے سامنے اپیل کے تحت فیصلے کی منظوری کے ساتھ فاضل چیف جسٹس کا حوالہ دیا گیا تھا۔ دوسرے معاملے میں اعتراض میور کرایہ داری ایکٹ اور لینڈ ریونیو ایکٹ میں موجود مبینہ امتیازی دفعات پر تھا۔ ان قوانین کے تحت کرایہ کی شرحوں کو ریونیو بورڈ اور حکومت نے منظور کیا تھا اور ان پر جاگیر داروں کے مفادات کے لیے نقصان دہ ہونے کا الزام لگایا گیا تھا۔ جاگیر داروں نے آرٹیکل 226 کے تحت ایک پٹیشن کے ذریعے ان قوانین کو چیلنج کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راجستھان کے دوسرے حصوں میں ایسے کوئی قوانین موجود نہیں تھے۔ عدالت عالیہ کا فیصلہ اس بنیاد پر آگے بڑھا کہ یہ نہیں دکھایا گیا کہ راجستھان کے دیگر حصوں میں کرایہ داری اور لینڈ ریونیو کے اسی طرح کے قوانین موجود نہیں ہیں اور متنازعہ قوانین جو کہ میور میں کاشتکاروں کی معاشی حیثیت کو بلند کرنے کے لیے بنائے گئے بہتر قانون ہیں، کو محض اس وجہ سے کوئی امتیازی سلوک نہیں کہا جا سکتا کہ راجستھان کے دوسرے حصوں میں ایسی کوئی قانون سازیہ موجود نہیں

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

ہے۔ دونوں حصوں کے درمیان یہ فرق اس بات کا جواز نہیں تھا کہ کسی خاص علاقے میں موجود لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے اس طرح کے ترقی پسند اور بہتر اقدامات کو ختم کیا جانا چاہیے اور ریاست کو غیر ترقی پسند ریاستوں کی سطح پر لایا جانا چاہیے۔ فیصلے سے پتہ چلتا ہے کہ بنچ نے اپنے پچھلے نظریے سے پیچھے ہٹنے کے بجائے اس پر عمل کیا اور ہمارے سامنے اپیل کے تحت کیس کو اس کے خصوصی حقائق پر واضح طور پر ممتاز کیا۔

مذکورہ بحث کے نتیجے میں ہم سمجھتے ہیں کہ عدالت عالیہ کا نظریہ درست ہے۔ اس کے مطابق ہم اخراجات کے ساتھ اپیل کو مسترد کرتے ہیں۔

اپیل مسترد کر دی گئی۔

اپیل کنندہ کا ایجنٹ: آر۔ ایچ۔ دھیبر۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and integrity of this document